بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّۃِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آبَائِہٖ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ

وَفِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ وَلِیًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا

وَدَلِیْلًا وَعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلًا

بسمہ تعالیٰ

عبادت وفلسفۂ عبادت

المہدی(عج) ادارۂ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

فہرست

	موضوع	صفحہ نمبر
❁	مقدمہ	۵
❁	عبادت کی تعریف	۸
	فلسفۂ عبادات	۹
	الف: قرآن وفلسفہ عبادات	۱۱
	ب: احادیث وفلسفہ عبادات	۱۲
	ج: فطرت اور فلسفہ عبادات	۱۴
	د: علم وفلسفہ عبادات	۱۵
❁	تسلیم سب سے بڑا فلسفہ ہے	۱۶
❁	عبادت کی اقسام	۱۷
❁	عبادت کے اثرات اور آثار	۱۹
❁	شہید مطہریؒ کی نظر میں عبادت کے آثار	۲۱
	الف: عبادت کا اوّلین اثر اپنے آپ پر تسلط	۲۱
	ب: اپنے قوہ خیال پر تسلط	۲۳
	ج: روح کا بدن سے بے نیاز ہو جانا	۲۵

مقدمہ

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ"

اور میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔(ذاریات:۵۶)

انسان کو خدا کی ذات نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔تمام مخلوقات پر برتری دی ہے اور پھر ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے:

يا ابن آدم خلقت الاشياء لاجلك و خلقتك لاجلی

اے بنی آدم میں نے ہر شئی کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے اور تمہیں اپنے لیے پیدا کیا ہے۔

اسی طرح مندرجہ بالا آیت میں فرمایا میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے خلق کیا ہے۔

انسان بندہ خدا ہے حق بندگی یہ ہے کہ وہ احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرے دوسری جانب خدا کی ذات نے انسان کے اندر جستجو اور سوال کرنے کی صلاحیت بھی رکھ دی ہے اور یہ خداوند تعالیٰ کی ذات کا بہت بڑا لطف و کرم ہے تا کہ انسان حق کی شناخت کر سکے اور معرفت و شناخت کے ساتھ حق بندگی ادا ہو پائے۔

خداوند تعالیٰ کا کوئی حکم دلیل اور حکمت کے بغیر نہیں ہوسکتا حتی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی دلیل ہے۔

یہ بھی محال ہے کہ خدا کی ذات کوئی حکم دے کسی کام کرنے کا امر کرے اور اُس میں انسان کا کوئی فایدہ نہ ہو اور کسی کام سے روکے مگر یہ کہ انسان کے لئے وہ کام نقصان دہ نہ ہو۔تمام عبادات کو احکام اسلامی خداوند تعالیٰ کے ذات کے بے پایان علم و حکمت کا سرچشمہ ہیں۔خداوند تعالیٰ کی ذات نے اپنی حکمت و مصلحت کے تحت انسان کی ہدایت کے لئے احکام معین کئے ہیں۔

امام رضاؑ کا ارشاد گرامی ہے:

بے شک جو کچھ خدا تعالیٰ کی ذات نے ہمارے لیے حلال قرار دیا ہے اس میں بندگانِ خدا کی بھلائی اور ان کے وجود کی بقاء کا باعث ہے اور ان کی ضروریات کے مطابق ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس کی بندگان خدا کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس میں ان کے لئے فساد اور نابودی ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ٦، ص ۵)

لہٰذا انسان اگر خداوند تعالیٰ کی حکمت مصلحت پر یقین رکھتا ہو تو وہ جس طرح ڈاکٹر سے دوا کے نسخے کے بارے میں سوال نہیں کرتا وہ خداوند تعالیٰ سے احکام کی وجہ کے بارے میں سوال نہیں کرے گا۔ اور تعبد و بندگی کی بنا پر اُن کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا۔

جیسا کہ خدا کی ذات فرماتی ہے۔

إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُطَاعَ مِنْ حَيْثُ أُرِيدُ (بحار، ج ٢، ص ٢٦٢)

مجھے پسند ہے کہ جس طرح میں چاہتا ہوں بندہ میری اطاعت کرے۔

پس خدائے علیم و حکیم کا ہر کام دلیل و حکمت رکھتا ہے جو حکم دیتا ہے بہترین ہوتا ہے اور اس سے بہترین کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔

لہٰذا خدا کے احکام کو ماننا اور بے چون و چرا سر تسلیم خم کرنا عاقلانہ ہے اب کبھی ہمارا عقل و علم اس میں موجود حکمت و فلسفہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور بعض اوقات نہیں پہنچ سکتا۔

لہٰذا جو انسان یہ کہتا ہے ک جب تک کسی حکم کے فلسفہ یا حکمت کو نہ جان لوں انجام نہیں دونگا وہ دراصل اپنے عقل و فہم و ادراک کو معبود بنا لیتا ہے نہ خداوند تعالیٰ کی ذات کو۔

لہٰذا دراصل تشریع دین و قانون کا بنانا انسان کے وجود میں بندگی و تسلیم کی روح کے ایجاد کرنے کے لئے ہے تا کہ انسان خداوند تعالیٰ کے مقابلے میں سر تسلیم خم کر دے اور مطیع محض بن کر زندگی گزارے اور بندگی کے ذریعے خدا کا قرب حاصل کر سکے اور عمل کرنے کا جذبہ وانگیزہ حکمِ

خدا کی اطاعت ہونہ اپنی انفرادی وشخصی منفعت۔

آج نوجوان نسل کوبعض شبہات میں الجھایا جا رہا کہ انسان پر خدا نے کیوں ذمہ داریاں ڈال دی ہیں؟ یہ عبادت کیوں؟ وہ کیوں؟ یہ حکم کیوں؟ یہ ہی کیوں؟۔۔۔۔

یہ دراصل عبادت واحکام الٰہی کے فلسفہ کو نہ جاننے کی وجہ سے ہے لہذا ضروری ہے کہ فلسفہ عبادات سے کسی حد تک آشنائی حاصل کی جائے۔قطعاً ہر حکم الٰہی کی خاص مصلحت وحکمت ہے جس میں سے بعض کو آئمہ علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے اور بعض کو بیان نہیں فرمایا تا کہ عبودیت و تعبد کا پہلو بھی عبادت الٰہی میں موجود رہے۔دعا ہے کہ خدا ہمیں کی ذات کی با معرفت عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

المهدی (عج) ادارۂ تربیت اسلامی

آئی ایس او پاکستان

عبادت کی تعریف:

عبادت عربی زبان کے لفظ ''عبد'' سے مشتق ہے اور اس کا معنی آخری درجے کی عاجزی و انکساری ہے۔

راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں:

العبادۃُ أبلَغُ مِنہَا لِأَنَّہَا غَایَۃُ التَّذَلُّلِ

''عبادت عاجزی وفروتنی کی انتہا کا نام ہے۔'' (راغب اصفہانی، المفردات:319)

عبادت عاجزی وتعظیم کی آخری حد کا نام ہے آخری حد کی تعظیم کا اظہار صرف اُسی ہستی کے لئے رَوا ہے جو معبودِ برحق ہے۔

عبادت کی صحیح تعریف تک پہنچنے کے لئے دو مقدموں کا تذکرہ ضروری ہے:

۱۔ عبادت کا تعلق یا قول سے ہوتا ہے یا (فعل) عمل سے:

قولی عبادت ان جملوں اور افکار سے عبارت ہوتی ہے جنہیں ہم زبان سے ادا کرتے ہیں مثلاً حمد وسورۃ کی قرات اور وہ ذکر جو نماز کے دوران تشہد اور رکوع وسجود میں پڑھے جاتے ہیں' اسی طرح ذکر لبیک جسے حج میں پڑھا جاتا ہے۔ عملی پرستش جیسے نماز میں رکوع یا سجود یا حج میں وقوف عرفات ومشعر اور طواف۔ عام طور سے عبادات قولی وعملی دونوں اجزا پر مشتمل ہوتی ہیں جیسے نماز اور حج قولی اور عملی دونوں اجزاء پر مشتمل ہوتے ہیں۔

۲۔ بعض اعمال نہ صرف یہ کہ کسی خاص مقصد کے بغیر اور کسی دوسری چیز کی علامت کے طور پر انجام دیئے جاتے ہیں بلکہ صرف اپنے سکون اور طبیعی اثر کی خاطر انجام دیئے جاتے ہیں مثلاً ایک کسان صرف اس لئے کھیتی باڑی سے مربوط بعض کام انجام دیتا ہے کہ اس کے ذریعے ان کے طبیعی نتیجے تک پہنچ سکے۔

ان دو مقدموں کو جان لینے کے بعد اب ہم اس بات کی طرف آتے ہیں کہ عبادت چاہے قولی ہو یا عملی، بامعنی اور بامقصد ہوتی ہے۔ انسان اپنے عابدانہ جملوں کے ساتھ حقیقت بلکہ حقائق کا اظہار کرتا ہے اور اپنے عابدانہ اعمال مثلاً رکوع وسجود، وقوف وطواف اور امساک کے ذریعے وہی کچھ کہنا چاہتا ہے جو وہ اپنے افکار کے ذریعے کہنا چاہتا ہے۔

فلسفۂ عبادات:

اسلام کے تمام عبادی احکام و پروگرام میں حکمت موجود ہے۔

○ اولاً: کسی مکتب نے غور وفکر پر اتنا زور نہیں دیا جتنا کہ اسلام نے، اس لئے کہ سیکڑوں آیات واحادیث لوگوں کو تعقل وتفکر کی دعوت دے رہی ہیں۔

○ ثانیاً: قرآن نے مشرکوں اور بت پرستوں پر شدید تنقید کی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور ان کی بے دلیل باتوں کو مانتے ہیں۔

○ ثالثاً: قرآن نے خود احکام بیان کرنے کے ضمن میں ان کی دلیل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور ائمہ معصومینؑ نے ان کی حکمت بیان فرمائی ہے اور عالم اسلام کے دانشمندوں نے اس سلسلے میں کتابیں بھی تالیف کی ہیں۔

بشری علم ودانش کی پیشرفت کے علاوہ دینی دستورات اور احکامِ الٰہی کے اسرار کا بھی پردہ اٹھتا جارہا ہے جیسے جیسے زمانہ گذر رہا ہے ویسے ویسے اسلام کی عظمت بڑھتی جارہی ہے، فوق الذکر نکات سے مندرجہ ذیل باتیں لازم آتی ہیں:

(۱) یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ تمام احکام کی دلیل کو جانتے ہوں ممکن ہے کہ بعض احکام کا فلسفہ ودلیل ابھی تک آشکار نہ ہوا ہو ممکن ہے گردش زمانہ اسے آیندہ آشکار کرے۔

(۲) احکام کے فلسفہ میں صرف اس کے مادّی اور اقتصادی وطبی فوائد ہی کو مدنظر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اس کے معنوی وروحانی آثار پر توجہ رکھنا چاہیے۔

(۳) جو شخص خدا کو حکمت والا اور اس کے احکام کی بنیاد کو حکمت پر استوار سمجھتا ہے اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس فعل کو انجام نہ دے کہ جس کی دلیل کو وہ نہیں جانتا۔ اگر ایک مریض یہ کہے کہ میں اس وقت تک کوئی دوا نہ کھاؤں گا جب تک مجھے اس کے خواص معلوم نہ ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ درد سے مر جائے گا اس کو دوا کھانا چاہیے اور اس کے خواص کی شناخت میں بھی کوشاں رہے۔

(۴) جہاں ہمارے پاس کسی حکم کے فلسفہ کے لئے قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہ ہو وہاں ہمیں خاموش رہنا چاہئے اور اپنی عقل سے توجیہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۵) اگر ہم جہان ہستی کے بعض اسرار سے آگاہ ہو گئے تو ہمیں مغرور نہیں ہونا چاہئے اور یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم تمام چیزوں کی دلیلوں کو جان لیں گے۔

(۶) جس طرح ہم ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خود کو اس کے سپرد کرتے ہیں یا اپنی موٹر گاڑی کسی مکینک کے حوالہ کر دیتے ہیں اور اس سے کسی پیچ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتے (کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ڈاکٹر، مکینک ان امور سے آگاہ ہیں) دینی مسائل کو بھی اسی طرح قبول کرنا چاہئے اور ان پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ خدا حکیم و دانا بھی ہے اور سب سے زیادہ مہربان بھی، وہ ظاہری اور باطنی آثار سے باخبر، نہاں و آشکار سے آگاہ اور آنے والے زمانہ کے حالات کا جاننے والا ہے۔

(۷) اگر حکم خدا کا مختصر فلسفہ ہمیں معلوم ہو گیا تو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہمیں تمام اسرار معلوم ہو گئے۔ دریا میں ہاتھ ڈال کر نکالنے والے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ یہی دریا کا پانی ہے بلکہ اسے یہ کہنا چاہئے کہ اتنا سا پانی مجھے ملا ہے۔

جو کسی حکم کے فلسفہ کو سمجھ لیتا ہے اسے یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے بس اس کا اتنا ہی فلسفہ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ کیا محدود عقل و فکر کا انسان ان احکام کی

گہرائیوں تک پہنچ سکتا ہے کہ جن کا سرچشمہ علم خدا ہے۔؟

وہی عقل جو ہمیں احکام کا فلسفہ سمجھنے کی دعوت دیتی ہے یہ بھی کہتی ہے کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے سوال کرو یعنی اولیائے خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہو جاؤ۔

ان مقدمات کے بعد قرآن وحدیث سے کچھ نمونے نقل کرتے ہیں کہ جو احکام کے فلسفہ کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

الف: قرآن وفلسفہ عبادات

نماز کے بارے میں کہتا ہے کہ: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ

"نماز انسان کو برائیوں سے باز رکھتی ہے۔" (عنکبوت، آیہ: ۴۵)

دوسری جگہ فرماتا ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ

"میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔" (طہ، آیہ ۱۴)

ایک اور آیت میں فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ

" کہ دلوں کا اطمینان یاد خدا میں ہے۔" (رعد، آیہ ۲۸)

روزہ کے متعلق فرماتا ہے کہ: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"

"اے ایمان والو! تم پر روزے کا حکم لکھ دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لکھ دیا گیا تھا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔" (بقرہ آیہ ۱۸۳)

چونکہ بیشتر گناہ شہوت کی منہ زوریوں سے وجود میں آتے ہیں اور روزہ اس کی منہ زوریوں کو روکتا ہے اور متقی بناتا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ رمضان میں جرائم کی شرح کم جاتی ہے۔

حج کے بارے میں فرماتا ہے: "زیارت حج کے لئے جاؤ تا کہ وافر مقدار میں منافع حاصل کر سکو" (حج، آیہ ۲۸)

حج کے اجتماعی اور سیاسی فوائد میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں فرماتا ہے: "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا" "لوگوں اور ان کے اموال سے زکوٰۃ لیجئے تاکہ (ان کی روح بخل اور دنیا پرستی سے) وہ پاک ہوجائیں۔" (توبہ، آیہ ۱۰۳)

شراب اور قمار کے متعلق فرماتا ہے: "اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ" "شیطان انہیں کے توسط سے تمہارے درمیان بغض وعداوت پیدا کرتا ہے اور تمہیں یادخدا اور نماز سے غافل کردیتا ہے۔" (مائدہ، آیہ ۹۱)

قصاص کو معاشرہ کی زندگی قرار دیتا ہے: "وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"

اور اے عقل والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے، امید ہے تم (اس قانون کے سبب) بچتے رہوگے (بقرہ آیہ ۱۷۹)

کیونکہ اگر کسی معاشرہ میں ظالم کو کیفر کردار تک نہیں پہونچایا جاتا تو وہ معاشرہ ظالم کا دوست اور مظلوم کا دشمن ہے اور اس طرح امن وامان (کہ جو اجتماعی حیات ہے) کا جنازہ نکل جاتا۔

یہ تھے ان آیات قرآنی کے نمونے کہ جن میں احکام الٰہی کے فلسفہ کی طرف بھی اشارہ تھا۔

ب: احادیث وفلسفہ عبادات

اس موضوع پر بے شمار حدیثیں ہیں لیکن ہم صرف حضرت علی علیہ السلام کی حدیث کے چند جملوں کو "نہج البلاغہ" سے اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے خطبۂ فدک کے جملات کو نقل کررہے ہیں، آپؑ فرماتے ہیں:

فَرَضَ اللّٰهُ الْاِيمَانَ تَطْهِيراً مِنَ الشِّرْكِ، وَالصَّلاَةَ تَنْزِيهاً عَنِ الْكِبْرِ، وَالزَّكَاةَ

تَسۡبِیباً لِلرِّزۡقِ، وَالصِّیَامَ ابۡتِلاَءً لِاِخۡلاَصِ الۡخَلۡقِ، وَالۡحَجَّ تقویَّۃً لِلدِّینِ، وَالۡجِهَادَ عِزّاً لِلاۡسۡلاَمِ، وَالاَمۡرَ بِالۡمَعۡرُوفِ مَصۡلَحَۃً لِلۡعَوَامِّ، وَالنَّهۡیَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ رَدۡعاً لِلسُّفَهَاءِ، وَصِلَۃَ الرَّحِمِ مَنۡمَاۃً لِلۡعَدَدِ، وَالۡقِصَاصَ حَقۡناً لِلدِّمَاءِ، وَإِقَامَۃَ الۡحُدُودِ إِعۡظَاماً لِلۡمَحَارِمِ، وَتَرۡکَ شُرۡبِ الۡخَمۡرِ تَحۡصِیناً لِلۡعَقۡلِ، وَمُجَانَبَۃَ السَّرِقَۃِ إِیجاباً لِلۡعِفَّۃِ، وَتَرۡکَ الزِّنَی تَحۡصِیناً لِلنَّسَبِ، وَتَرۡکَ اللِّوَاطِ تَکۡثِیراً لِلنَّسۡلِ، وَالشَّهَادَۃَ اسۡتِظۡهَاراً عَلَی الۡمُجَاحَدَاتِ، وَتَرۡکَ الۡکَذِبِ تَشۡرِیفاً لِلصِّدۡقِ، وَالسَّلاَمَ أَمَاناً مِنَ الۡمَخَاوِفِ، وَالاۡمَامَۃَ نِظَاماً لِلاُمَّۃِ، وَالطَّاعَۃَ تَعۡظِیماً لِلاِمَامَۃِ

"خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لیے۔ اور نماز کوفرض کیا رعونت سے بچانے کے لیے اور زکوۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کے لیے، اور روزہ کومخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لیے اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کے لیے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کے لیے، اور امر بالمعروف کو اصلاحِ خلائق کے لیے اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کے لیے اور حقوقِ قرابت کے ادا کرنے کو (یار و انصار کی) گنتی بڑھانے کے لیے اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کے لیے اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لیے اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کے لیے اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کے لیے اور زنا کاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کے لیے اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کے لیے اور گواہی کو انکارِ حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کے لیے اور جھوٹ سے علحیدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لیے اور قیامِ امن کو خطروں سے تحفظ کے لیے اور امانتوں کی حفاظت کو امت کا نظام درست رکھنے کے لیے اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے۔(نہج البلاغہ: حکمت ۲۵۲)

حضرت زھرا سلام اللہ علیہا خطبہ فدک میں بعض عبادات واحکام کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو شرک سے پاک ہونے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ اللہ نے نماز واجب کی تا کہ تکبر سے روکا جائے۔ زکوٰۃ کو وسعت رزق اور تہذیب نفس کے لئے واجب قرار دیا۔ روزے کو بندے کے اخلاص کے اثبات کے لئے واجب کیا۔ حج کو واجب کرنے سے دین کی بنیاد کو استوار کیا، عدالت کو زندگی کے نظم اور دلوں کی نزدیکی کے لئے ضروری قرار دیا، اہل بیتؑ کی اطاعت کو ملت اسلامی کے نظم کے لئے واجب قرار دیا اور امامت کے ذریعے اختلاف وافتراق کا سد باب کیا۔ امر بالمعروف کو عمومی مصلحت کے ماتحت واجب قرار دیا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کو ان کے غضب سے مانع قرار دیا، اجل کے مؤخر ہونے اور نفوس کی زیادتی کے لئے صلۂ رحمی کا دستور دیا۔

قتل نفس کو روکنے کے لئے قصاص کو واجب قرار دیا۔ نذر کے پورا کرنے کو گناہوں کی آمرزش کا سبب بنایا۔ پلیدی سے محفوظ رہنے کی غرض سے شراب خوری پر پابندی لگائی، بہتان اور زنا کی نسبت دینے کی لعنت سے روکا، چوری نہ کرنے کو پاکی اور عفت کا سبب بتایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، کو اخلاص کے ماتحت ممنوع قرار دیا۔

لوگو تقویٰ اور پرہیز گاری کو اپناؤ اور اسلام کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی اطاعت کرو، صرف علماء اور دانشمند ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

ج: فطرت وفلسفہ عبادات

فطرت انسان بھی بعض احکام کے فلسفہ سے واقف ہے ہر زمانہ کا انسان جھوٹ، خیانت، تہمت، قتل، چوری، ظلم، کم تولنے وغیرہ کو برا اور حرام سمجھتا ہے اسی طرح وہ عدالت و پاکیزگی، خدمت خلق وغیرہ کو اچھا سمجھتا ہے۔ یہ انسانوں کی فطرت میں سے ہے، فطرت الہامی طور پر بعض

نیکیوں اور بعض برائیوں کا ادارک کرتی ہے جیسا کہ سورہ شمس کی آیت نمبر ۸ میں ارشاد ہے: "ہم نے انسان پر اچھے اور برے کا الہام کیا ہے۔"

د: علم وفلسفہ عبادات

ہمیں مختلف شعبوں میں علم کی پیشرفت سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ علم نے احکام کے فلسفہ کے بیان میں مدد دی ہے اور فلسفۂ احکام سے بہت سے پردوں کو اٹھا دیا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ منشیات انسان کے بدن کے لئے مضر ہے اس سے اس کے حرام ہونے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔

اسلام کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو منع کرتا ہے اور علم اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے تمام پیشاب بآسانی خارج نہیں ہوتا یا غسل جنابت میں سارے بدن کو دھونا قصد قربت کے ساتھ اس لئے ہے تا کہ زہریلے اثرات بھی زائل ہوجائیں اور (انسان) یاد خدا سے بھی غافل نہ رہیں۔

اگر اسلام نے انار کی شاخ سے مسواک کرنے سے منع کیا ہے تو اس لئے کہ وہ دانتوں کی جڑوں کو کمزور کرتی ہے۔ اسی طرح اسلام کے تمام دستورات، واجبات، محرمات، مستحبات، مکروہات میں یہاں تک کہ کھانے پینے، لباس، زندگی کے وسائل ومسائل میں سے کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں محققین وعلمائے اسلام نے بہت سی کتابیں تحریر کیں۔(۱)

ہماری اس مختصر تحریر میں ان سب کی گنجائش نہیں ہے لیکن سب کا لبّ ولباب یہ ہے کہ تمام اسلامی احکام کی بنیاد حکمت وفلسفہ پر استوار ہے چاہے ہم انہیں عقل وعلم کی مدد سے جانتے ہوں یا ابھی تک ان کے پوشیدہ اسرار کے بارے میں تحقیق نہ کرسکے ہوں بہرحال پرستش وبندگی کی روح کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہمیں کسی چیز کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ اس کا تعلق احکام خدا سے ہے تو اس کو قبول کر کے عمل کرنا چاہئے۔

تسلیم سب سے بڑا فلسفہ ہے:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا کے دستورات اور شرع کے احکام دلیل وفلسفہ سے خالی نہیں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام احکام وفرمان خدا میں اقتصادی، طبی وعلمی دلیل تلاش کریں۔ مسلمان کو وحی الٰہی کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے اور یہی تسلیم ہونے کا جذبہ کمال آدمیت ہے اور بعض احکام تو صرف جذبۂ تسلیم وبندگی کی آزمائش کے لیے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو قربانی اسماعیل کا حکم اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اور حضرت ابراہیم کی کمال بندگی کا نمونہ ہے۔ عبادت کے دستورات اور احکام خدا میں کبھی ان کو تسلیم کرنا اور ان کے انجام دینے ہی میں خدا کی خوشنودی ہوتی ہے اور وہ محض پروردگار کی اطاعت قرار پاتی ہے عبادت کا مقصد روح انسان کی پرورش ہے بالکل اسی طرح جیسے انسان کے جسم کی تربیت کیلئے ورزش ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدایا! میں تیری عبادت نہ جنت کے شوق میں کرتا ہوں نہ جہنم کے خوف سے بلکہ تجھے لائق عبادت پایا تو عبادت کرتا ہوں۔"

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدایا! میرے لئے یہی افتخار کافی ہے کہ تیرا بندہ ہوں۔"

اولیائے خدا عبادت سے لطف اندوز ہوتے ہیں دیگر گناہگار اس کی شیرینی عبادت سے محروم ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی محبت کی بنا پر کسی کی خدمت کرتا ہے نہ کسی مالی منفعت کے لئے بلکہ اس شخصیت کی خدمت ہی اس کا مقصد ہوتا ہے بہت سے لوگ ہیں کہ جو کسی شخصیت کے پاس بیٹھنے یا اس کی تصویر اپنے پاس رکھنے کو فخر سمجھتے ہیں اس میں ان کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا صرف اس کی نزدیکی انہیں محبوب ہوتی ہے۔ جب اس دنیا میں انسان کسی کی قربت کو فخر سمجھتا ہے تو

کیا خدا کے سامنے اس کی عبادت کرنا مایۂ افتخار نہیں ہے؟

ایک مسئلہ:

ایک روز ایک شخص نے پوچھا: "نماز صبح دو رکعت کیوں ہے؟" میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے خدا کا حکم ہے لہٰذا انجام دینا چاہئے۔ جیسے ہی اسے یہ اندازہ ہوا کہ میں نہیں جانتا ویسے ہی اس نے روشن فکروں کی صورت بنائی اور کہا کہ "(آج کی) دنیا، دنیائے علم ہے آج بغیر علم کے دین صحیح نہیں ہے۔" میں نے بھی اس سے ایک سوال کرلیا کہ: آپ بتائیے کہ انار کا پتا چھوٹا ہے لیکن انگور کا پتا بڑا ہوتا ہے کیوں؟ اس نے کہا: "مجھے معلوم نہیں ہے۔" میں نے بھی ویسی ہی شکل بنائی اور کہا: دنیا، دنیائے علم ہے آپ کو ثابت کرنا چاہئے کہ ایسا کیوں ہے؟

جب میری بات سے اس کا غرور تھوڑا کم ہوگیا تو میں نے کہا: برادر! میں بھی مانتا ہوں کہ دنیا، دنیائے علم ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ پوری کائنات کے اسرار ہم آج ہی جان لیں۔ ممکن ہے کہ انار کے باریک اور چھوٹے پتّے اور انگور کے چوڑے پتّے انکے پھلوں کے ذائقہ میں کوئی ربط ہو کہ جس کو ابھی تک ماہرین ارضیّات و نباتات کشف نہیں کرسکے ہیں۔ ہم اسرار و فلسفہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کسی کے اس دعوے کو قبول نہیں کرسکتے کہ وہ پوری دنیا کے اسرار سے واقف ہے۔

حقیقت ہے کہ اگر ہم عمل سے پہلے اس کے فلسفہ کو جانیں اور پھر اس کو انجام دیں تو یہ خدا پرستی نہیں ہوگی۔ وحی اسرار آمیز علم بشری سے بلند و برتر ہے جب کہ یہ جدت پسند ہر ایک قانون کو قبول کرلیتے ہیں لیکن دین خدا کے قوانین کا جب مسئلہ آتا ہے تو منطقی بحث کرنے لگتے ہیں، کیوں؟

عبادت کی اقسام:

امام علی علیہ السلام نہج البلاغہ کے اندر عبادت کرنے والوں کی تین اقسام بیان فرماتے ہیں۔

"اِنَّ قَوماً عَبَدُوا اللهَ رَغبَۃً فَتِلْكَ عِبادَۃُ التُّجّارِ وَاِنَّ قَوماً عَبَدُوا اللهَ رَھبَۃً

فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ، وَاِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ شُكْراً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الاَحْرَارِ"

" کچھ لوگ خدا کی عبادت کے انعام کے لالچ میں کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ خدا کی عبادت خوف کی وجہ سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ خدا کی عبادت خدا کا شکر بجالانے کی کے لئے کرتے ہیں یہ آزاد اور زندہ دل لوگوں کی عبادت ہے"۔

اس فرمان میں امام علیہ السلام نے عبادت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی قسم: تاجروں کی عبادت

فرمایا: "اِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ ۔۔۔"

یعنی کچھ لوگ رغبت اور انعام کے لالچ میں خُدا کی عبادت کرتے ہیں۔امام فرماتے ہیں یہ حقیقی عبادت نہیں ہے بلکہ یہ تاجر لوگوں کی طرح خدا سے معاملہ کرنا چاہتا ہے۔جیسے تاجر حضرات کا ہم وغم فقط نفع اور انعام ہوتا ہے۔کسی کی اہمیت اُس کی نظر میں نہیں ھوتی۔اسی طرح یہ عابد جو اس نیت سے خدا کے سامنے جھکتا ہے دراصل خدا کی عظمت کا اقرار نہیں کرتا بلکہ فقط اپنے انعام کے پیش نظر جھک رہا ہوتا ہے۔

دوسری قسم: غلاموں کی عبادت

"وَاِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ"

امام فرماتے ہیں کچھ لوگ خدا کے خوف سے اس کی بندگی کرتے ہیں یہ بھی حقیقی عبادت نہیں ہے بلکہ غلاموں کی عبادت ہے جیسے ایک غلام مجبوراً اپنے مالک کی اطاعت کرتا ہے۔اُس کی عظمت اس کی نظر میں نہیں ہوتی۔یہ عابد بھی گویا خدا کی عظمت کا معترف نہیں ہے بلکہ مجبوراً خدا کے سامنے جھک رہا ہے۔

تیسری قسم: حقیقی عبادت:

"وَاِنَّ قَوْماً عَبَدُوْا اللهَ شُكْراً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الاَحْرَارِ"

امامؑ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو خدا کی عبادت اور بندگی اُس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے بجالاتے ہیں۔ فرمایا: یہ حقیقی عبادت ہے۔ چونکہ یہاں پر عبادت کرنے والا اپنے منعم حقیقی کو پہچان کر اور اُس کی عظمت کا معترف ھوکر اُس کے سامنے جھک جاتا ہے۔ جیسا کے کوئی عطیہ اور نعمت دینے والا واجب الاکرام سمجھا جاتا ہے۔ اور تمام دنیا کے عاقل انسان اُس کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسی عقلی قانون کی بنا پر امام علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص اُس منعم حقیقی کو پہچان کر اُس کے سامنے جھک جائے۔ اسی کو عابد حقیقی کھا جائے گا۔ اور یہ عبادت کی اعلیٰ قسم ہے۔

عبادت کے اثرات اور آثار

۱) نورانیت دل:

عبادت کے آثار میں سے ایک اہم اثر یہ ہے کہ عبادت دل کو نورانیت اور صفا عطا کرتی ہے۔ اور دل کو تجلیات خدا کا محور بنا دیتی ہے۔

امام علی (ع) اس اثر کے بارے میں فرماتے ہیں: "إنَ اللہَ تَعَالیٰ جَعَلَ الذِّکرَ جَلَاءً لِلْقُلُوب"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۲)

امام علی (ع) فرماتے ہیں کہ "خدا نے ذکر یعنی عبادت کو دلوں کی روشنی قرار دیا ہے۔ بہرے دل اسی روشنی سے قوت سماعت اور سننے کی قوت حاصل کرتے ہیں اور نابینا دل بینا ہو جاتے ہیں"۔

۲) خدا کی محبت:

عبادت کا دوسرا اہم اثر یہ ہے کہ یہ محبت خُدا کا ذریعہ ہے۔ انسان محبوب خدا بن جاتا ہے اور خدا اس کا محبوب بن جاتا ہے۔

امام (ع) نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں۔ "طُوبیٰ لِنَفْسٍ اَدَّتْ إلیٰ رَبِّهَا فَرْضَهَا وعَرَكَتْ بِجَنْبِهَا بؤسَهَا"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۴۵)

"خوش قسمت ہے وہ انسان جو اپنے پروردگار کے فرائض کو انجام دیتا ہے اور مشکلات اور مصائب

کو برداشت کرتا ہے اور رات کو سونے سے دوری اختیار کرتا ہے۔"

امام (ع) کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان مشکلات کو خدا کی محبت کی وجہ سے تحمل کرتا ہے اگر محبت خدا دل کے اندر نہ ہوتو کوئی شخص یہ مشکلات برداشت نہیں کرے گا۔

جیسا کہ ایک اور جگہ پر اس عظیم الشان کتاب میں فرماتے ہیں: "وَ إِنَّ لِلذِّكْرِ لَاَهْلاً اَخَذُوهُ مِنَ الدُّنْيَا بَدَلاً"۔(نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۲)

"تحقیق اس ذکر (یعنی عبادت) کے اہل موجود ہیں جو دنیا کے بجائے اسی کا انتخاب کرتے ہیں۔"

یعنی اہل عبادت وہ لوگ ہیں جو محبت خدا کی بنا پر دنیا کے بدلے یاد خدا کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اور دُنیا کو اپنا ہم وغم نہیں بناتے بلکہ دنیا کو وسیلہ بنا کر اعلیٰ درجہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔

۳) گناہوں کا محو ہونا

گناہوں کا محو ہونا یہ ایک اہم اثر ہے۔ عبادت کے ذریعہ گناہوں کو خداوند کریم اپنی عطوفت کی بنا پر محو کر دیتا ہے۔ چونکہ گناہوں کے ذریعے انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور جب دل اس منزل پر پہنچ جائے تو انسان گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ جبکہ عبادت و بندگی اور یاد خدا انسان کو گناہوں کی وادی سے باہر نکال دیتی ہے۔

جیسا کہ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔"إِنَّهَا لَتَحُتُّ الذُّنُوبَ حَتَّ الوَرَقِ"(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۹)

"تحقیق یہ عبادت گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہے جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں"

بعد میں امام (ع) فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے نماز کو اور عبادت کو ایک پانی کے چشمے سے تشبیہ دی ہے جس کے اندر گرم پانی ہو اور وہ چشمہ کسی کے گھر کے دروازے پر موجود ہو۔ اور وہ شخص دن رات پانچ مرتبہ اس کے اندر غسل کرے تو یقینا بدن کی تمام میل و آلودگی ختم ہو جائے گی، فرمایا: نماز بھی اسی طرح ناپسندیدہ اخلاق اور گناہوں کو صاف کر دیتی ہے۔

شہید مطہریؒ کی نظر میں عبادت کے آثار

الف: عبادت کا اوّلین اثر اپنے آپ پر تسلط:

عبادت جو انسان کو خدا سے نزدیک کرتی ہے، اُس کا اوّلین اثر (اپنے نفس پر تسلط ہے) یہاں سے آپ سمجھ جائیں کہ کونسی عبادت مقبول ہے، اور کونسی عبادت قبول نہیں ایسی عبادت جو انسان کو خدا سے نزدیک نہ کرے، عبادت نہیں ہے۔ یعنی آپ یقین نہ کیجئے گا کہ کوئی انسان درست طریقے سے عبادت کرے لیکن خدا سے نزدیک نہ ہو یہ محال ہے عبادت خداوند عالم سے تقرب اور اس سے نزدیک ہونے سے مرکب ہے میری اور آپ کی عبادت اس وقت مقبول ہے، جب وہ ہمیں خدا سے نزدیک کرے اور باور نہ کیجئے گا کہ انسان خدا سے، کائنات کے اس لامتناہی مرکز سے نزدیک ہو لیکن اسکی بصیرت، ایمان اور نور میں اضافہ نہ ہو، اسکی قدرت، حیات، ارادے اور اپنے آپ پر تسلط میں اضافہ نہ ہو۔

اوّلین مرحلہ، جو اس بات کو جاننے کی سب سے پہلی علامت ہے کہ ہماری عبادت پروردگار کی بارگاہ میں قبول ہوئی ہے یا نہیں ہمارے عمل کی اجتماعی قدر و قیمت ہے، یعنی کیا؟ یعنی اگر ہم عبادت کریں یہ عبادت (جو بار بار کی جاتی ہے اور بالخصوص نماز کے بارے میں زیادہ صادق آتی ہے) کس لئے ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ یہ بات ہمیشہ ہمارے ذہن میں رہے کہ ہم بندے ہیں اور ہمارا ایک خدا ہے۔

بسا اوقات بعض افراد سوال کرتے ہیں کہ ہمارے نماز پڑھنے سے خدا کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ خدا کو کیا فائدہ ہے جو ہم نماز پڑھیں؟

دوسرا کہتا ہے: آپ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھیں، خدا کے سامنے اسکی بندگی کا اظہار کریں، کیا خدا نہیں جانتا کہ ہم اسکے بندے ہیں جو ہم بار بار جا کر اسکی بارگاہ میں کھڑے ہوں اور بندگی کا اعلان کریں، تعظیم کریں، خوش آمد کریں، تا کہ خدا بھول نہ جائے کہ اُس کا ایسا بندہ ہے۔ اور اگر

خدا بھول جاتا ہے، تو ایسا خدا تو خدا نہ ہوا آپ جو کہتے ہیں کہ خدا کبھی نہیں بھولتا، تو پھر ہم کس لئے عبادت کریں؟

نہیں جناب، نماز اس لئے نہیں ہے کہ خدا نہ بھول جائے کہ اس کا ایسا بندہ موجود ہے، بلکہ نماز اس لئے ہے کہ بندہ نہ بھول جائے کہ اس کا خدا ہے۔ نماز اس لئے ہے کہ ہمیشہ ہمیں یاد رہے کہ ہم بندے ہیں یعنی ہمارے سر پر ایک دیکھنے والی آنکھ موجود ہے، ہمارے دل میں موجود ہے، پوری کائنات میں موجود ہے۔ ہم یہ بات نہ بھول جائیں کہ ہم بندے ہیں، لہٰذا ہماری خلقت بے کار نہیں ہے، ہم بندے ہیں، لہٰذا ہمارے فرائض اور ذمے داریاں ہیں پس جب ہم نماز پڑھتے ہیں اور بار بار اللہ اکبر، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، سبحان اللہ کہتے ہیں، اور اپنی عبودیت کا اعلان اور اظہار کرتے ہیں، کہ ہم بندے ہیں، تو یہ اس لئے ہے کہ خدا کی یاد ہمیشہ ہمارے دل میں رہے۔

اِس کا کیا فائدہ ہے؟

اس مرحلے میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں یاد ہے کہ ہم بندے ہیں، ہمیں یاد ہے کہ ہمارے فرائض ہیں، ہمیں یاد ہے کہ دنیا میں خدا کا قانون موجود ہے اور اس قانون پر عمل ہونا چاہیۓ، ہمیں یاد رکھنا چاہیۓ کہ ایک عادلانہ قانون موجود ہے۔

یہ اس تسلط کا اوّلین درجہ ہے جو اپنے اوپر انسان عبادت کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ عبادت کی ایک قطعی خاصیت انسان کا خود اپنے نفس پر تسلط ہے یعنی انسان کا اپنی شہوات پر تسلط، انسان کا اپنی جاہ طلبی پر تسلط، انسان کا اپنی جبلّتوں پر تسلط، انسان کا اپنے اعضا و جوارح پر تسلط، انسان کا اپنی آنکھ پر تسلط، انسان کا اپنی زبان پر تسلط، انسان کا اپنے کان پر تسلط، انسان کا اپنے ہاتھ پر تسلط، انسان کا اپنے پیر پر تسلط، الغرض انسان کا اپنے پورے وجود پر تسلط اگر (یہ خاصیت) نہ ہو (تو ایسی عبادت) عبادت نہیں۔

قرآنِ کریم کی نص کے مطابق: اِنّ الصّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ اَلۡعُبودِیَّۃُ جَوۡھَرَۃٌ کُنۡھُھَا الرُّبوبِیَّۃُ کے ذریعے (ہمیں پتا چل چکا ہے کہ) خداوندگاری، قدرت وتسلط کا اوّلین مرحلہ، اور لامتناہی قدرت کے مرکز (خدا) سے قربت کی اوّلین علامت، اپنے قوہ، جبلّتوں، شہوات، نفسانی خواہشات پر تسلط اور اپنے اعضا پر غلبہ ہے، ہم خود اپنے آپ پر مسلط ہوں۔

یہ مرحلہ، عام افراد کا مرحلہ ہے عام افراد اگر عبادت کریں بھی تو ضروری نہیں کہ انہوں نے انتہائی مشق کی ہو، وہ اس مرحلے پر پہنچتے ہیں یہ جو ہم عرض کر رہے ہیں کہ "عام افراد" تو اس سے یہ تصور نہ کیجئے گا کہ پس ہماری اور آپ کی کوئی ذمے داری نہیں ہے، نہیں ہماری بہت اہم ذمے داری ہے۔

ب: اپنے قوہ خیال پر تسلط:

اس مرحلے سے جب ہم گزر جاتے ہیں، تو ایک بالاتر اور عالی تر مرحلہ ہے، اور وہ اپنے تصورات اور خیالات پر تسلط ہے یعنی ابھی ہم اور آپ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، دن کے وقت اپنے کام کاج اور روزگار کے سلسلے میں مشغول ہوتے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے تصورات اور خیالات ہمارے اختیار میں ہیں اور ہم اپنے اوپر حاکم ہیں ہم اس بات سے واقف نہیں ہوتے کہ ہم پر ہمارے فکر وخیال کا حکم چلتا ہے (یہاں فکر سے مراد قوہ خیال ہے) یعنی کچھ بکھرے ہوئے افکار ہم پر حاکم ہوتے ہیں آپ ایک جلسے میں بیٹھ جائیں، اگر آپ اپنے ذہن کو ایک گھنٹے کے لئے ایک خاص موضوع پر مرکوز کر سکیں اس انداز سے کہ آپ کی قوہ خیال آپ کے قابو سے باہر نہ نکل سکے، تب پتا چلے گا کہ آپ اپنے فکر وخیال پر مسلط ہیں۔ نماز حضورِ قلب کے لئے ہے حضورِ قلب دراصل ہے کیا؟ یہ حضورِ قلب کا مسئلہ ایک انتہائی عجیب تعبیر ہے حضورِ قلب، یعنی دل حاضر ہو، غائب نہ ہو یعنی جب آپ نماز پڑھ رہے ہوں اور آپ قبلہ رخ ہوں، تو اپنا جائزہ لیں، دیکھیں کہ آپ کا دل نماز میں حاضر ہے یا غائب؟ آپ نماز کی ابتدا میں اپنے دل کو دیکھتے ہیں، وہ

حاضر ہوجاتا ہے آپ کا دل بھی چاہتا ہے کہ وہ حاضر رہے جب آپ اللہ اکبر، بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں، تو یکا یک آپ دیکھتے ہیں کہ جماعت کا یہ طالبِ علم بھاگ گیا ہے، آپ نے اوّل سے آخر تک درس دیا ہے لیکن طالبِ علم کلاس میں نہیں تھا جب ہم نماز پڑھتے ہیں اور الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں، تو ہم اپنے دل کو تفہیم کرنا چاہتے ہیں، اپنی روح کو تلقین کرنا چاہتے ہیں، لیکن جب ہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارا جسم، یعنی ہماری زبان اور ہمارے اعضا و جوارح ہمارے دل کو درس دینے میں مشغول تھے، اور جماعت کا طالبِ علم یہ دل تھا، لیکن افسوس کہ یہاں صورتحال یہ تھی کہ ہم نے درس دیا، جماعت کے طالبِ علم نے ابتدا میں اپنے حاضر ہونے کا اعلان کیا اور بعد میں بھاگ گیا اور ہم نے درس دیا اور فضول درس دیا۔

ہم سے حضورِ قلب کے لئے کہا گیا ہے، نماز میں تمہارا دل حاضر رہے، غائب نہ ہو اس بارے میں اب بھی بہت سی باتیں ہیں علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ایک روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے، اور علما میں سے جس نے سب سے بہتر انداز میں اس نکتے کو بیان کیا ہے وہ شیخ الرئیس بوعلی سینا ہیں، وہ عارف کی عبادت کے باب میں کہتے ہیں:

والعبادة عند العارف رياضةٌ ما لهممه و قواه المتخيلة و المتوهمة ليجرّها بالتعويد عن جناب الغرور الى جناب القدس (یہ مضمون ہو بہو حدیث کا مضمون ہے ایک درس ہے جو بوعلی نے پیغمبر اور ائمہ سے لیا ہے) کہتے ہیں کہ ایک عارف انسان جو عبادت کرتا ہے، ایک دانا اور شناسا انسان جب عبادت کرتا ہے، تو عبادت کے دوران ہر چیز سے زیادہ، اپنے قوہ خیال کے تمرکز کو اہمیت دیتا ہے، تاکہ اسکا ذہن خدا کی طرف متوجہ ہوجائے اور قوہ خیال ہمیشہ حاضر ہو اور اس کلاس سے فرار نہ کرے۔

ج) روح کا بدن سے بے نیاز ہو جانا:

کیا دوسرے مراحل بھی ہیں؟ اگر چہ یہ مراحل ہماری سطحِ فکر اور تصورات سے بعید ہیں لیکن صرف اس بنا پر کہ دور اور بعید ہیں ہمارے لئے یہ عذر نہیں ہوتا کہ ہم انہیں نہ پہچانیں اور ان سے بے خبر رہیں جی ہاں، ایک بالاتر مرحلہ بھی ہے (البتہ یہ خیال نہ کیجئے گا کہ جن مراحل کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں، وہ امام یا پیغمبر کے مراحل ہیں، امام اور پیغمبر کے مرحلے تک پہنچنے سے پہلے بہت سے مراحل ہیں) انسان خداوندِ عالم سے تقرب کے نتیجے میں (اور خداوندِ عالم سے تقرب عبودیت، اخلاص، اپنے آپ کو بھول جانا، پروردگارِ عالم کے مقابل خضوع و تذلل اور اسکے مقابل اطاعتِ محض کا نتیجہ ہے) ایک ایسے مرحلے پر پہنچ جاتا ہے کہ باوجود یہ کہ اُس کا بدن روح کا محتاج ہوتا ہے، اسکی روح بدن سے بے نیاز ہو جاتی ہے۔

ایسا کیسے ہوتا ہے؟

اس وقت ہماری روح ہمارے بدن کی محتاج ہے، اور ہمارا بدن بھی ہماری روح کا محتاج ہے اس وقت اگر وہ روح اور وہ قوہ حیات نہ ہو، تو ہمارا یہ بدن زندہ نہیں رہے گا اگر ہمارا یہ بدن بھی نہ ہو، تو ہماری روح بھی یہاں کسی کام کی نہ رہے گی، وہ کوئی کام نہیں کر سکے گی۔

لیکن کیا تمام انسان اسی طرح کے ہیں کہ ان کا بدن بھی روح کی ضرورت رکھتا ہے اور ان کی روح بھی بدن کی محتاج ہوتی ہے؟ یا یہ کہ بعض انسان خدا سے تقرب اور پروردگار کی عبودیت کے نتیجے میں اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ کم از کم ان کی روح ان کے بدن سے بے نیاز ہو جاتی ہے۔

کیسے بے نیاز ہو جاتی ہے؟

یعنی وہ یہ قدرت حاصل کر لیتے ہیں کہ بقول روح کو اس بدن سے نکال لیتے ہیں (البتہ یہاں نکالنے کے معنی مر جانا نہیں ہیں) یعنی بدن کے مقابل روح کے استقلال کو محفوظ رکھتے ہیں۔

خود ہمارے زمانے میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو روح کو نکالنے کی قدرت رکھتے ہیں یعنی روح

کو بدن سے جدا کرتے ہیں، اس طرح کہ اپنے آپ کو اس بدن پر مسلط دیکھتے ہیں اپنے بدن کو دیکھتے ہیں کہ مثلاً یہاں عبادت میں مشغول ہے اور وہ خود کسی دوسری جگہ کی سیر کر رہے ہوتے ہیں ایک وسیع ترین دریچہ اُن کے سامنے کھلا ہوتا ہے شیخ شہاب الدین سہروردی، جو "شیخ اشراق" کے نام سے معروف ہیں، اُن کی ایک عبارت ہے کہتے ہیں کہ ہم حکیم کو اس وقت تک حکیم نہیں سمجھتے، جب تک اس میں اس بات کی قدرت نہ ہو کہ وہ اپنی روح کو اپنے بدن سے علیحدہ کر لے میر داماد کہتے ہیں: ہم حکیم کو حکیم صرف اسی وقت سمجھتے ہیں جب بدن کو (روح سے) خالی کرنا اسکے لئے ملکہ بن چکا ہو یعنی جب بھی وہ ارادہ کرے، اپنی روح کو بدن سے مستقل اور جدا کر سکے۔

ہمارے لئے یہ باتیں انتہائی سنگین اور زیادہ ہیں ہم ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتے ہمیں ان پر یقین نہ رکھنے کا حق بھی ہے کیونکہ ہم ان مراحل سے بہت دور ہیں لیکن اس بدگمانی اور بے یقینی سے ذرا اوپر اٹھئے ہم تو نہیں گئے ہیں، ہم نے تو عبودیت کے راستے کے اس پہلے ہی مرحلے کو طے نہیں کیا ہے تا کہ دیکھ سکیں کہ کیا خدا کی عبادت کا اتنا اثر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ ہم نے ایک بھی ماہِ رمضان میں، ایک بھی صحیح روزہ نہیں رکھا ہے آپ اسی ماہِ رمضان میں حقیقتاً تجربہ کر کے دیکھئے آپ دنیا کے تمام کاموں میں تجربہ کرتے ہیں ایک ماہِ رمضان میں تجربہ کیجئے اور ایک واقعی روزہ، ایسا روزہ جیسا پیغمبر اکرم نے فرمایا ہے اور ائمہ اطہار نے حکم دیا ہے رکھئے یعنی پہلے تو روزے کے ظاہر پر، جو کھانے پینے کی اشیا اور کچھ دوسری چیزوں کو ترک کرنا ہے، عمل کیجئے البتہ یہ کام ہم سب کرتے ہیں لیکن وہ روزہ جسے حدیث میں روزۂ خاص کہا گیا ہے، اس روزے کو بھی رکھ کر دیکھیں۔ یعنی اس ایک ماہ میں، صرف ہمارا دَہان روزے سے نہ ہو، بلکہ ہماری زبان بھی روزہ رکھے ماہِ رمضان میں کوشش کریں کہ ہماری زبان غیبت نہ کرے، جھوٹ نہ بولے، خواہ یہ جھوٹ اسکے انتہائی فائدے میں ہو زبان روزہ نہ توڑے، جھوٹ نہ بولے، کیونکہ روزہ صرف کھانے سے پرہیز کا نام نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: رُبَّ صائِمٍ لاحَظَّ لَهُ اِلَّا الجوعُ وَالعَطَشُ بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں، روزے سے جن کے حصے میں سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں آتا ہماری زبان بیہودہ اور لغو باتیں نہ بولے، وہ الفاظ جو ہماری دنیوی زندگی یا ہماری آخرت کے لئے ضروری ہوں ان کے سوا کوئی لفظ نہ بولے ہمارے کان غیبت نہ سنیں، لہو ولعب نہ سنیں، فحش کلامی نہ سنیں ہماری آنکھیں دوسروں کی عزت وآبرو پر نہ اٹھیں ہمارے ہاتھ خیانت کے لئے دراز نہ ہوں ہمارے قدم خیانت اور ظلم کی طرف نہ بڑھیں اسکے مقابل، اس ماہِ رمضان کو اطعام (دوسروں کو کھانا کھلانا) دلجوئی، محبت، احسان اور خدمت گزاری کا مہینہ قرار دیں۔

امتحان کریں، ایک ماہِ رمضان انسان بننے کی کوشش کریں اس وقت آپ دیکھیں گے کہ ایک ماہ بعد، عبادت اور عبودیت اپنا اثر بخشتی ہے یا نہیں، دیکھیں کہ ایک ماہ بعد یہی روزہ آپ کو بدلتا ہے یا نہیں، دیکھیں کہ ایک ماہ بعد یہی روزہ آپ کو ربوبیت یعنی خداوندگاری اور تسلط وقدرت دیتا ہے یا نہیں اگر آپ دیکھیں کہ نہیں دیا، تب آپ ان بعد کے مراحل کا انکار کیجئے لیکن اگر آپ دیکھیں کہ نہیں، اس ایک مہینے میں آپ نے اس قدر ربوبیت، خداوندگاری، تصاحب، یعنی اپنے نفس پر، اپنی جبلّتوں اور شہوات پر، اپنے اعضا وجوارح پر تسلط حاصل کرلیا ہے، تو پھر یقین کرلیجئے گا کہ وہ اگلے مراحل بھی عملی ہیں۔

بدن پر تصرف کی قدرت:

کیا اس سے بھی بڑھ کر ہے؟ کیا عبودیت کی یہ سواری انسان کو اس سے زیادہ خدا سے نزدیک کرتی ہے اور کیا انسان کو اس سے زیادہ قدرت وتوانائی دیتی ہے؟

جی ہاں، نہ صرف اس کا رابطہ (یعنی انسان کا اپنے بدن سے رابطہ) اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ روح بدن سے مستقل ہوجاتی ہے، اور بدن سے اپنی نیاز سلب کرلیتی ہے، اس مرحلے پر جا پہنچتی ہے کہ اپنے بدن پر جو بھی تصرف کرنا چاہتی ہے کرلیتی ہے حتیٰ (انسان) یہ قدرت بھی حاصل کر

لیتا ہے (ہم جانتے ہیں کہ آپ میں سے بعض لوگ شاید اس بات پر دیر سے یقین کریں) کہ ایک گھنٹے تک اپنی حرکتِ قلب کو روک لیتا ہے، اور نہیں مرتا اس بات کی قدرت حاصل کر لیتا ہے کہ دو گھنٹے سانس نہ لے اور نہیں مرتا اس بات کی قدرت حاصل کر لیتا ہے کہ اس بدن کے ساتھ طی الارض کرے ہاں، (انسان) ایسی قدرت حاصل کر لیتا ہے یہ عبادت کا اثر ہے۔

بیرونی دنیا پر تصرف کی قدرت:

کیا اس سے بھی بڑھ کر ہے؟ جی ہاں، اگر آپ وحشت کا شکار نہ ہوں، تو اس سے بلند تر بھی ہے وہ بالاتر مرحلہ، وہ قدرت ہے کہ انسان خدا کی بندگی اور عبودیت کے اثر سے اور ذاتِ اقدسِ الٰہی سے قرب کے اثر سے اور ہستی کے لامتناہی مرکز سے نزدیک ہونے کے زیر اثر اپنے سے باہر کی دنیا میں بھی تصرف کر سکتا ہے وہ ایک عصا کو اژدھے میں بدل سکتا ہے، وہ چاند کے گولے کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتا ہے، وہ تختِ بلقیس کو پلک جھپکتے میں یمن سے فلسطین لا سکتا ہے۔ جی ہاں، کر سکتا ہے اَلْعُبُودِیَّۃُ جَوْهَرَۃٌ کُنْهُهَا الرُّبُوبِیَّۃُ لیکن یہ مراحل ہم سے بہت دور ہیں۔ لیکن ناممکن نہیں۔

❁❁❁❁❁

نصب العین

قرآن اور سیرت محمد (ص) وآل محمدؐ کی حقیقی تعبیر جو کہ خطِ امام خمینیؒ سے موسوم ہے کی روشنی میں امامیہ طلباء کی تربیت کرنا تا کہ وہ معاشرے میں اپنے بابصیرت کردار کے ذریعے امام زمانہؑ کے ظہور کی عالمی انقلابی نہضت کا ہراول دستہ ثابت ہوسکیں۔

اھداف

- نوجوان نسل کے لئے مختلف مراحل کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیتی کتب اور لٹریچر کی فراہمی۔
- نوجوان نسل کی نظریاتی وفکری تربیت کے لئے دین شناس مربی اور اساتذہ کی تیاری اور ان کی فراہمی۔
- عصر حاضر کی ثقافتی یلغار کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک جاذب اور مؤثر نظام تربیت کا اجراء جو نوجوانوں کو طاغوت کا مقابلہ کرنے کی طاقت اور صلاحیت عطا کرے۔
- جوانوں کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات اور شبہات کے جوابات اور حل کے لئے خصوصی پروگرام تشکیل دینا۔
- نظام تربیت کو مؤثر اور پرکشش بنانے کے لئے جدید ذرائع سے استفادہ اور تعلیمی وتربیت روشوں پر تحقیق کے شعبے کا قیام۔

نمایاں پروگرامات

- سلسلہ معارف اسلامی کورس سے تنظیم کے تمام کارکنوں کو گزارنا۔
- تعلیمی اداروں کے طلبہ کے لئے خصوصی موضوعات اور اساتذہ کا تعین اور ان کے ذریعے طلبہ کی علمی و معنوی پیاس بجھانا۔
- آئی ایس او شعبہ خواہران، محبین اور اسکاؤٹ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے خصوصی موضوعات کی فراہمی اور اس کا اجراء کرنا۔
- ادارہ تربیت کے تحت ڈویژنل نمائندگان اور اساتذہ کے لئے تربیت مربی کے جامع پروگرام کا اجراء کرنا۔
- مختلف تربیتی ورکشاپس اور کلاسز کے لئے ایک مستقل اور مرکزی تربیت گاہ کا اہتمام کرنا۔
- ہر ضلع میں دارالمطالعہ اور کتب خانے کا اہتمام کرنا۔
- ویب سائٹ کے ذریعے آن لائن (Online) تربیتی کورسز کو اجراء کرنا۔

المھدی (عج) ادارۂ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان